نہج البلاغہ کی روشنی میں علوم قرآن کا مطالعہ

روشن علی *

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنی اُمت کی ہدایت و راہنمائی کے لیے دو گرانقدر چیزوں کو چھوڑ گئے۔ ان میں سے ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے آپؐ کے اہل بیت اطہارؑ ہیں۔ جو ان کے ساتھ تمسک رکھے گا وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا۔ قرآن وہ سرچشمہ ہدایت ہے، جو ہر دور کے تشنگان حق کو ان کے ظرف و اہلیت کے مطابق سیراب کرتا ہے۔ اس کی راہنمائی ایسی جامع، ہمہ گیر اور مکمل ہے کہ اگر اس کاآب زلال اس کے حقیقی سرچشمہ سے حاصل کیا جائے تو پھر کسی اور قطرہ آب کی ہرگز احتیاج باقی نہیں رہتی۔ اس مقالے میں علوم قرآن کو مختصر اور جامع انداز میں اہل بیتؑ کی زبانی پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

نہج البلاغہ میں امیر المومنین علی علیہ السلام علوم قرآن کو مختصر مگر جامع انداز میں یوں پیش کرتے ہیں: آپؑ نے تمہارے درمیان تمہارے پروردگار کی کتاب (قرآن کریم) کو چھوڑا ہے، جس کے حلال و حرام، فرائض و فضائل، ناسخ و منسوخ، رخصت و عزیمت، خاص و عام، عبرت و امثال، مطلق و مقید، محکم و متشابہ سب کو واضح کر دیا تھا۔ مجمل کی تفسیر کر دی تھی، گتھیوں کو سلجھا دیا تھا۔ اس میں بعض آیات ہیں جن کے علم کا عہد لیا گیا ہے اور بعض سے ناواقفیت کو معاف کر دیا گیا ہے۔ بعض احکام کے فرض کا کتاب میں ذکر کیا گیا ہے اور سنت سے ان کے منسوخ ہونے کا علم حاصل ہوا ہے۔ یا سنت میں ان کے وجوب کا ذکر ہوا ہے۔ جب کہ کتاب میں ترک کرنے کی آزادی کا ذکر تھا۔ بعض احکام ایک وقت میں واجب ہوئے ہیں اور مستقبل میں ختم کر دئے گئے ہیں۔ اس کتاب کے محرمات میں بھی تفریق ہے کچھ کبیرہ ہیں جن کے لیے آتش جہنم کی دھمکیاں ہیں، کچھ صغیرہ ہیں جن کے لیے مغفرت کے توقعات پیدا کئے ہیں۔

کچھ اعمال ایسے ہیں، جن کا مختصر بھی قابل قبول اور زیادہ کی بھی گنجائش پائی جاتی ہے۔ امام علیؑ نے اپنے اس مختصر سے کلام میں علوم قرآن کے تقریباً تمام شعبوں کا تذکرہ کر دیا ہے۔ آج علوم قرآن کے ماہرین نے نہج البلاغہ کے اس خطبے میں ذکر شدہ مطالب کو علوم قرآن کی اہم اصطلاحات قرار دیا ہے۔ اس مقالے میں انہی قرآنی اصطلاحات کی خود قرآن کی روشنی میں وضاحت کی جائے گی۔

*۔ اسسٹنٹ پروفیسر وفاقی نظامت تعلیمات، اسلام آباد

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس زمین پر اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے۔ اس کی ہدایت کے لیے اپنی طرف سے کتابیں اور صحائف وقتاً فوقتاً نازل کرتا رہا۔ یہ رشد ہدایت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے آپ (ص) پر قرآن کریم نازل کیا، جو عربی زبان میں ہے۔ آپ (ص) لوگوں کو تاریکی اور گمراہی سے نکال کر نور اور ہدایت کی طرف لے آئے۔ آپ (ص) اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنی اُمت کی ہدایت و راہنمائی کے لیے دو گرانقدر چیزوں کو چھوڑ گئے۔ ان میں سے ایک اللہ کی کتاب جو قرآن کریم ہے اور دوسرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اطہارؑ ہیں۔ یہ دونوں قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ جو ان کے ساتھ تمسک رکھے گا وہ کبھی گمراہ نہ ہو گا۔ قرآن وہ سرچشمہ ہدایت ہے، جو ہر دور کے تشنگان حق کو ان کے ظرف و اہلیت کے مطابق سیراب کرتا ہے۔

انسانوں کو ہر قدم اور ہر موڑ پر اسرار الٰہی اور ہدایت کی ضرورت ہے۔ اس کی راہنمائی ایسی جامع، ہمہ گیر اور مکمل ہے کہ اگر اس کا آب زلال اس کے حقیقی سرچشمہ سے حاصل کیا جائے تو پھر کسی اور قطرہ آب کی ہرگز احتیاج باقی نہیں رہتی۔ للذا میں نے اپنی رشد و ہدایت کے لیے ضروری سمجھا کہ علوم قرآن کو مختصر اور جامع انداز میں اہل بیتؑ کی زبانی پیش کروں تو، میں نے نہج البلاغہ کا انتخاب کیا، جس میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے جو علوم القرآن اور احکام القرآن کا مختصر تعارف کرایا ہے اس کو پیش کروں۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے قرآن کریم کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

"تَعَلَّمُوا الْقُرآنَ فَاِنَّه اَحْسَنُ الْحَدِیْثِ وَ تَفَقَّهُوا فِیهِ فَاِنَّهُ رَبِیعُ الْقُلُوبِ وَاسْتَشْفِعُوا بِنُورِهِ فَاِنَّهُ شِفَآءُ الصُّدُورِ وَ اَحْسِنُوا تِلَاوَتَهُ فَاِنَّه اَحْسَنُ الْقَصَصِ" (1)

یعنی: "قرآن کا علم حاصل کرو کہ وہ بہترین کلام ہے۔ اس میں غور و فکر کرو کہ یہ دلوں کی بہار ہے۔ اس کے نور سے شفاء حاصل کرو کہ یہ سینوں میں چھپی ہوئی بیماریوں کے لیے شفا ہے اس کی بہترین تلاوت کرو کہ اس کے قصے زیادہ فائدہ مند ہیں۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

"وَعَلَیْکُمْ بِکِتَابِ اللهِ فَاِنَّهُ الْحَبْلُ الْمَتِینُ وَالنُورُ الْمُبِیْنُ وَالشِّفَآءُ النَّافِعِ وَ الرِّیُ النَّاقِعُ وَالعِصْمَةُ لِلْمُتَمَسِّكِ وَالنَّجَاةُ لِلْمُتَعَلِّقِ" (2)

یعنی: "تم اپنے رب کی کتاب پر عمل کرو، وہ ایک مضبوط رسی ہے، ایک روشن نور ہے، ایک نفع بخش شفاء ہے، ایک پیاس بجھانے والی سیرابی ہے، اس سے متمسک رہنے والوں کے لیے سامان حفاظت ہے، اور وابستہ رہنے والوں کے لیے نجات ہے۔"

امیر المومنین علی علیہ السلام علوم قرآن کو مختصر مگر جامع انداز میں یوں پیش کرتے ہیں:

"کِتَابَ رَبِّکُمْ فِیکُمْ، مُبَیِّناً حَلاَلَهُ وَحَرَامَهُ، وَفَرَائِضَهُ وَفَضَائِلَهُ، وَنَاسِخَهُ وَمَنْسُوخَهُ، وَرُخَصَهُ وَعَزَائِمَهُ، وَخَاصَّهُ وَعَامَّهُ، وَعِبَرَهُ وَأَمْثَالَهُ، وَمُرْسَلَهُ وَمَحْدُودَهُ، وَمُحْکَمَهُ وَمُتَشَابِهَهُ۔ مُفَسِّراً مُجْمَلَهُ، وَمُبَیِّناً غَوَامِضَهُ، بَیْنَ مَأْخُوذٍ مِیثَاقُ فِی عِلْمِهِ، وَمُوَسَّعٍ عَلَی الْعِبَادِ فِی جَهْلِهِ، وَبَیْنَ مُثْبَتٍ فِی الْکِتَابِ فَرْضُهُ، وَمَعْلُومٍ فِی السُّنَّةِ نَسْخُهُ، وَوَاجِبٍ فِی السُّنَّةِ أَخْذُهُ، وَمُرَخَّصٍ فِی الْکِتَابِ تَرْکُهُ، وَبَیْنَ وَاجِبٍ بِوَقْتِهِ، وَزَائِلٍ فِی مُسْتَقْبَلِهِ، وَمُبَایَنٌ بَیْنَ مَحَارِمِهِ: مِنْ کَبِیرٍ أَوْعَدَ عَلَیْهِ نِیرَانَهُ، أَوْ صَغِیرٍ أَرْصَدَ لَهُ غُفْرَانَهُ، وَبَیْنَ مَقْبُولٍ فِی أَدْنَاهُ، مُوَسَّعٍ فِی أَقْصَاهُ" (3)

یعنی: "آپؑ نے تمہارے درمیان تمہارے پروردگار کی کتاب (قرآن کریم) کو چھوڑا ہے، جس کے حلال و حرام، فرائض و فضائل، ناسخ و منسوخ، رخصت و عزیمت، خاص و عام، عبرت و امثال، مطلق و مقید، محکم و متشابہ سب کو واضح کر دیا تھا۔ مجمل کی تفسیر کر دی تھی، گتھیوں کو سلجھا دیا تھا۔ اس میں بعض آیات ہیں جن کے علم کا عہد لیا گیا ہے اور بعض سے ناواقفیت کو معاف کر دیا گیا ہے۔ بعض احکام کے فرض کا کتاب میں ذکر کیا گیا ہے اور سنت سے ان کے منسوخ ہونے کا علم حاصل ہوا ہے۔ یا سنت میں ان کے وجوب کا ذکر ہوا ہے۔ جب کہ کتاب میں ترک کرنے کی آزادی کا ذکر تھا۔ بعض احکام ایک وقت میں واجب ہوئے ہیں اور مستقبل میں ختم کر دئے گئے ہیں۔ اس کتاب کے محرمات میں بھی تفریق ہے کچھ کبیرہ ہیں جن کے لیے آتش جہنم کی دھمکیاں ہیں، کچھ صغیرہ ہیں جن کے لیے مغفرت کے توقعات پیدا کئے ہیں۔ کچھ اعمال ایسے ہیں، جن کا مختصر بھی قابل قبول اور زیادہ کی بھی گنجائش پائی جاتی ہے۔"

تجزیہ

نہج البلاغہ کے اس خطبہ سے درج ذیل علوم القرآن کے اقسام واضح ہوتے ہیں:

ا۔ حلال و حرام

حلال: تمام وہ کام جن کو انجام دینا جائز ہے۔

حرام: تمام وہ کام جن کو انجام دینا حرام اور گناہ۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں اس قرآن کریم میں حلال کا ذکر بھی موجود ہے اور حرام کا بھی جیسے ارشاد باری تعالی ہے:

''وَأَحَلَّ اللّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا'' (4)

یعنی: '' اللہ تعالی نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔''

۲۔ فرائض و فضائل

فرائض: تمام وہ کام جن کو انجام دینا فرض ہے۔

فضائل: تمام وہ کام جن کو انجام دینا مستحب ہے۔

قرآن کریم میں فرائض بھی موجود ہیں اور فضائل یعنی مستحبات بھی ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں فرائض بھی موجود ہیں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیر کا ذکر ہے۔ اسی طرح مستحبات کا بھی ذکر ہے،مثلاً'' فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلاَةَ فَاذْكُرُواْ اللّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِكُمْ فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ إِنَّ الصَّلاَةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا '' یعنی: '' اس کے بعد جب یہ نماز مکمل ہو جائے تو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہمیشہ اللہ کو یاد کرتے رہو اور جب اطمینان حاصل ہو جائے تو باقاعدہ نماز قائم کرو کیونکہ نماز مومنوں پر ایک مقررہ وقت پر فرض کی گئ ہے۔'' (5)

اس آیت کریمہ سے یہ امر واضح ہو رہا ہے کہ فرض نماز کے بعد اللہ تعالی کی یاد مستحبات میں شامل ہے لہٰذا اس آیت کریمہ میں فرائض اور مستحبات دونوں کا ذکر موجود ہے۔ ان دونوں میں احکام خمسہ کا ذکر موجود ہے کیونکہ پہلے شِق میں حلال جس میں مباح اور مکروہ بھی شامل ہے، دوسرے حرام کا حکم ہے۔ دوسرے شک میں فرائض کا اور مستحبات کا ذکر ہے اسی طرح ان دونوں شکوں میں پانچوں احکام جنہیں احکام خمسہ (یعنی فرائض، مستحبات، مباح، مکروہات اور حرام) کہا جاتا ہے اور یہی احکام ہیں جن پر فقہ اسلامی کا دار و مدار ہے۔

۳۔ ناسخ و منسوخ

ناسخ و منسوخ: اس سے مراد وہ حکم ہے جو کسی ثابت حکم کو نص کے ذریعے بر طرف کر دے، بر طرف کرنے والے حکم کو ناسخ کہتے ہیں اور بر طرف ہونے والے کو منسوخ کہتے ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس قرآن کریم میں ناسخ اور منسوخ بھی موجود ہیں۔ ناسخ کی مثال درج ذیل آیت کریمہ میں موجود ہے:

''وَالَّذِینَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُونَ اَزْواجاً یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِھِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْھُرٍ وَعَشْراً فَاِذا بَلَغْنَ اَجَلَھُنَّ فَلا جُناحَ عَلَیْکُمْ فِیما فَعَلْنَ فِی اَنْفُسِھِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللهُ بِما تَعْمَلُونَ خَبِیرٌ'' (6)

یعنی: '' اور تم میں سے جو وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ بیویاں چار ماہ دس دن اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں، پھر جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو دستور کے مطابق اپنے بارے میں جو فیصلہ کریں اس کا تم پر کچھ گناہ نہیں ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے۔''

منسوخ کی مثال

'' وَالَّذِینَ یُتَوَفَّوْنَ مِنکُمْ وَیَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِیَّةً لِّأَزْوَاجِھِم مَّتَاعًا إِلَی الْحَوْلِ غَیْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِی مَا فَعَلْنَ فِیَ أَنفُسِھِنَّ مِن مَّعْرُوفٍ وَاللّہُ عَزِیزٌ حَکِیمٌ'' (7)

یعنی: '' اور تم میں سے جو وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، انہیں چاہیے کہ وہ اپنی بیویوں کے بارے میں وصیت کر جائیں کہ ایک سال تک انہیں (نان و نفقہ سے) بہرمند رکھا جائے اور گھر سے نہ نکالی جائیں، پس اگر وہ خود گھر نکل جائیں تو دستور کے دائرے میں رہ کر وہ اپنے لیے جو فیصلہ کرتی ہیں تمہارے لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اللہ بڑا غالب آنے والا، حکمت والا ہے۔

۴۔ رخصت و عزیمت

رخص: رخص سے مراد وہ احکام ہیں جن کی مخالفت کی اجازت ہے اور انہیں ترک کر دینا جائز ہوتا ہے بشرطیکہ خاص حالات میں ایسی مخالفت کے اسباب موجود ہوں، جیسے مجبوری کی حالت میں مردار کے کھانے کی اجازت ہے۔

عزیمت: عزائم سے مراد وہ احکام ہیں جن کی مخالفت کسی بھی حالت میں جائز نہیں ہے، جیسے توحید اور دیگر اعتقادات کا اقرار وغیرہ۔

امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس نے قرآن کریم کے رخص اور عزائم کو واضح کر دیا تھا۔
قرآن کریم کی رخصت مثال:

" إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَلا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ " (8)

یعنی: " اس نے تمہارے اوپر مردار، خون، سوئر کا گوشت اور جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے، اس کو حرام قرار دیا ہے پھر بھی اگر کوئی مجبور و مضطر ہو جائے اور حرام کا طلبگار اور ضرورت سے زیادہ استعمال کرنے والا نہ ہو تو اس کے لیے کوئی گناہ نہیں ہے۔

عزیمت کے متعلق قرآن کریم کا ارشاد ہے

" وَلاَ يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا " (9)

یعنی: "اپنے رب کی عبادت میں کسی اور کو شریک مت کرنا۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

" فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ " (10)

یعنی: " جان لو کہ اللہ تعالی کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں۔"

۵۔ خاص و عام

عام و خاص: عام سے مراد وہ لفظ اور موضوع ہے جو اپنے تمام اجزاء پر یا جزئیات پر یکساں بولا جائے، جبکہ خاص اس کے برعکس ہے۔ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس نے قرآن کریم کے عام و خاص کو بیان کیا ہے۔

عام کی مثال:

" وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ " (11)

یعنی: " نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔"

"وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ" (12)

خاص کی مثال:

" وَجَاءَ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ رَجُلٌ " (13)

یعنی: " شہر کے ایک حصے سے ایک شخص آیا۔"

اسی ایک اور مقام پر اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

”یَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ“ (14)

یعنی: ” اے بنی اسرائیل میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تمہیں عنایت کی ہیں اور میں نے تمہیں عالمین پر فضیلت عطا کی ہے۔“

اس آیت میں لفظ عام ہے لیکن معنی خاص ہے اس لیے کہ انہیں صرف اپنے زمانے کے لوگوں پر بعض مخصوص چیزوں کی وجہ سے فضیلت حاصل تھی۔

۶۔ عبرت وامثال

عبرت: ایسی آیات جن سے انسانوں کو درس عبرت حاصل ہو۔

امثال: ایسی آیات جن میں انسانوں کو سمجھانے کے لیے مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: کہ اس قرآن کریم میں عبر وامثال کا ذکر موجود ہے۔

لفظ عبر، عبرت کی جمع ہے، جو عبور سے لیا گیا ہے، جس کے لغوی معنی ہیں: جسم کا ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل ہونا۔ اس کا اصطلاحی معنی ہے: مختلف اسباب میں سے کسی ایک سبب کے ذریعے انسانی ذہن کا ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف منتقل ہونا۔ جیسے انسان کسی مصیبت اور غم زدہ انسان کو دیکھ کر فوراً اپنی طرف منتقل ہوتا ہے کہ ایسی مصیبتیں مجھ پر بھی نازل ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا اس طرح اس انسان میں دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رجحان پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں فرعون کے انجام کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ کیونکر دنیا اور آخرت کے عذاب میں گرفتار ہوا ہے۔ اس واقعہ میں ان لوگوں کے لیے عبرت ہے، جن کے دل میں خوف خدا ہے اور ان پر شقاوت، سنگدلی اور قساوت کے پردے نہیں پڑے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَى“ (15)

یعنی: ” پس اللہ نے اسے دنیا اور آخرت دونوں کے عذاب میں گرفتار کر لیا۔“

اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ تم لوگ بھی اسی فرعون کے عبرتناک واقعے اور اس کی عبرتناک سزا سے سبق سیکھو اور ایک ہی اللہ کے خالص بندے بن جائیں ورنہ تمہارا بھی انجام اس فرعون جیسا ہوگا۔ جس کے نتیجہ میں وہ انسان جن کے دلوں میں ذرا سا خوف خدا ہوگا تو وہ راہ راست پر آجائیں گے اور اپنی بداعمالیاں ترک کر دیں گے، کیونکہ انہوں اپنی آنکھوں کے سامنے اللہ کے ایک نافرمان ظالم اور جابر شخص کا انجام دیکھ لیا ہے۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کسی صنعت اور قدرت کے آثار کو دیکھ کر ذہن میں صانع اور قادر کے وجود اور اس کی صفات کمال کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" يُقَلِّبُ اللهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ " (16)

یعنی: " اللہ ہی رات اور دن کو الٹ پلٹ کرتا رہتا ہے اور یقیناً اس میں صاحبانِ بصیرت کے لئے سامان عبرت ہے۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهِ مِن بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشَّارِبِينَ " (17)

یعنی: " اور تمہارے لیے حیوانات میں بھی عبرت کا سامان ہے کہ ہم ان کے شکم کے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ نکالتے ہیں، جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے۔

ان تمام آیات میں عقل مند انسانوں کے لیے عبرت حاصل کرنے کے اسباب موجود ہیں۔ اسی طرح امثال کی بات ہے، قرآن کریم میں بہت سی آیات امثال ہیں، جیسا کہ سورۃ جمعہ میں ارشاد ہے:

" مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللهِ وَاللهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ۔ " (18)

یعنی: "ان لوگوں کی مثال جن پر توریت کا بار رکھا گیا اور وہ اسے اٹھا نہ سکے اس گدھے کی مثال ہے جو کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہو۔"

اسی طرح ایک اور آیت کریمہ میں ارشاد فرماتا ہے:

" مَّثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّئَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ " (19)

یعنی: " جو اللہ کی راہ میں اپنے اموال خرچ کرتے ہیں ان کے عمل کی مثال اس دانہ کی ہے جس سے سات خوشے پیدا ہوں اور ہر خوشے میں سو سو دانے ہوں اللہ جس کے لیے چاہتا ہے دگنا بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔"

۷۔ مرسل و محدود (مطلق و مقید)

مرسل سے مراد مطلق ہے جس کی تعریف علم الاصول میں اس طرح بیان کی گئی ہے۔ مطلق ایسا لفظ جو عمومی طور پر اپنی جنس کے تمام افراد پر دلالت کرتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کے اللہ تعالی نے اس قرآن کریم میں مرسل و محدود یعنی مطلق اور مقید کو بیان کیا ہے۔ مطلق ایک ایسا لفظ ہے جو اپنی جنس کے تمام افراد پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد رب العالمین ہے:

" وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُواْ بَقَرَةً قَالُواْ أَتَتَّخِذُنَا هُزُواً قَالَ أَعُوذُ بِاللّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ" (20)

یعنی: " اور وہ وقت بھی یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کا حکم ہے کہ ایک گائے ذبح کرو۔"

یہاں پر لفظ بقرہ اپنی جنس کے تمام افراد پر یکساں دلالت کرتا ہے۔ ظاہر یہ ہوتا ہے کہ کوئی بھی گائے ہو اسی لیے بنی اسرائیل نے سوالات کیئے تھے۔

محدود یعنی مقید: مقید وہ لفظ ہے جو خاص پر دلالت کرتا ہو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" قالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّها بَقَرَةٌ لا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لا شِيَةَ فِيها قالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبَحُوها وَما كادُوا يَفْعَلُونَ" (21)

یعنی: " اس نے کہا اللہ فرماتا ہے کہ وہ گائے ایسی سدھائی ہوئی نہ ہو وجو ہل چلائے اور کھیتی کو پانی دے۔ بلکہ وہ سالم ہو اس پر کسی قسم کا دھبہ نہ ہو۔"

اس آیت کریمہ میں گائے کے خصوصیات بھی لگائی گئی ہیں، جس کی وجہ سے یہ لفظ خاص پر دلالت کرتا ہے۔

۸۔ محکم و متشابہ

محکم وہ آیات ہیں جن کا مفہوم واضح ہو اور کسی تفسیر کی ضرورت نہ ہو۔ امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس نے محکم اور متشابہ کو واضح طور پر بیان فرمایا ہے۔ قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ میں محکم اور متشابہ آیات کا ذکر اس طرح بیان ہوا ہے:

" هُوَالَّذِی أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلاَّ اللّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلاَّ أُوْلُواْ الألْبَابِ۔" (22)

یعنی: " وہی ذات ہے جس نے آپ پر وہ کتاب نازل فرمائی ہے، جس کی بعض آیات محکم (واضح) ہیں وہی اصل کتاب ہیں اور کچھ متشابہ ہیں، جن کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ اور تاویل کی تلاش میں متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں محکم اور متشابہ دونوں کا ذکر موجود ہے۔ محکم کا لفظ باب افعال سے اسم مفعول ہے جو احکم سے اخذ کیا گیا ہے جس کی معنی ہے، پلٹا دینا اور روک دینا ہے۔ اور اسی سے ہی "حاکم" نکلا ہوا ہے اسے حاکم اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ ظالم کو ظلم سے روکتا ہے۔ اور اسی سے حکمت بھی ہے اسے حکمت اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ناشائستہ امور کو انجام دینے سے روکتی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"إِنَّ اللّهَ لاَ يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَكِنَّ النَّاسَ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ۔" (23)

یعنی: "اللہ انسانوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا لیکن انسان اپنے اوپر خود ظلم کرتے ہیں۔"

متشابہ وہ آیات ہیں جن کا مفہوم واضح نہ ہو اور اسے سمجھنے کے لیے کسی تفسیر کی ضرورت ہو۔

متشابہ باب تفاعل سے اسم مفعول ہے، جو تشابہ سے اخذ کیا گیا ہے، جس کی معنی ہے دو چیزوں کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح ہم شکل ہونا یا شباہت رکھنا کہ ذہن ان کو ایک دوسرے سے جدا نہ کر سکے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں بنی اسرائیل جب گائے ذبح کرنے کا کہا گیا تو انہوں نے جواب میں کہا:

یعنی: " گائے ہمارے نزدیک متشابہ ہو گئی ہے۔"

کیوں کہ ایسی بہت سی گائیں ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ متشابہ ہیں، یہاں پر تشابہ سے مراد شباہت رکھنا ہے۔ متشابہ کی قرآن کریم میں مثال وہ تمام حروف مقطعات ہیں، جو بعض سورتوں کی ابتدا میں آئے ہیں، جس کی معنی کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یا جس کو رسول اللہ نے اس کی تعلیم دی ہے۔ اسی طرح ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: " الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى" (24) یعنی: " رحمان عرش پر متمکن ہو گیا ہے۔"

اس آیت کریمہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ عرش پر متمکن ہے۔ اس آیت کو سمجھنے کے لیے قرآن کریم کی دیگر آیات کی طرف رجوع کیا جائے گا جہاں یہ ذکر ہے کہ جہاں منہ پھیروگے وہاں اللہ کو پاوگے یا ہم

ان کی شہ رگ سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کا ہر جگہ پر موجود ہونے کے دلائل موجود ہیں۔

۹۔ مجمل و مفسر

مجمل: مجمل وہ آیات ہیں جن کی تفسیر کی ضرورت ہو۔

مفسر: وہ آیت ہے جو مجمل کی تفسیر بیان کرتی ہے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس میں مجمل بھی ہیں اور مفسر بھی ہیں۔ دوسرے اللفاظ میں یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن کا بعض حصہ بعض حصے کی تفسیر کرتا ہے کچھ آیات مجمل ہیں جن کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ ''وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلاَثَةَ قُرُوَءٍ'' (25) ترجمہ: '' مطلقہ عورتیں تین قروء تک انتظار کریں گی۔''

اس آیت کریمہ میں قروء کی دو معانی ہیں، ایک حیض اور دوسرے طہر یعنی حیض سے پاک ہونا ہے۔ للذا یہ آیت مجمل ہے اس کی تفسیر کی ضرورت ہے۔ اس کی تفسیر کی ضرورت ہے کہ نماز کس طرح پڑھی جائے اس کی کتنی رکعت اور کتنے اوقات ہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت سی مثالیں ہیں۔

۱۰۔ گتھیوں کو سلجھادیا

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس نے قرآن کریم کے گہرے مطالب کو واضح کر دیا ہے۔ قرآن کریم کے گہرے مطالب کی طرف اشارہ اس آیت کریمہ میں ہے۔ جیسے: '' وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلاَّ اللّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ '' (26) یعنی: '' اس کی تاویل کو اللہ اور راسخون فی العلم کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔''اس بحث کے بعد امیر المومنین علی علیہ السلام احکام قرآن کریم کی ایک اور تقسیم کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کی وضاحت ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔

۱۱۔ اس میں بعض آیات ہیں جن کے علم کا عہد لیا گیا ہے

امیر المومنین علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں کچھ ایسے احکام ہیں جن کے جاننے کی پابندی عائد کی گئی ہے یعنی ہر ایک پر اس حد تک پابندی عائد کی گئی ہے کہ اس سے چشم پوشی اور بے اعتنائی ناقابل معافی جرم ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور ااس کی توحید کا اقرار۔ اس کے بارے میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي آدَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُواْ بَلَى شَهِدْنَا أَن تَقُولُواْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ " (27)

یعنی: " (اور اس وقت کو یاد کرو) جب تمہارے رب نے آدم کی اولاد کی پشتوں سے ان کی ذریت کو لے کر انہیں خود ان کے اوپر گواہ بنا کر سوال کیا کہ تمہارا خدا ہوں؟ تو سب نے کہا کہ بے شک ہم گواہ ہیں۔"

۱۲۔ بعض سے ناواقفیت کو معاف کر دیا گیا ہے

امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کچھ ایسے احکام ہیں جن سے ناواقف رہنے کی اجازت دی گئی ہے۔ یعنی ایسی متشابہ آیات کہ جس کا علم صرف اللہ اور راسخون فی العلم کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے اور دوسرے لوگوں کو اس کا علم نہ رکھنے کی اجازت دیدی گئی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلاَّ اللّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ" (28)

یعنی: " اور اس کی تاویل کو صرف اللہ جانتا ہے اور وہ لوگ جانتے ہیں جو راسخون فی العلم ہیں۔"

۱۳۔ کتاب کا حکم سنت سے منسوخ ہے

امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتا ہے کہ بعض احکام کے فرض کا کتاب میں ذکر کیا گیا ہے اور سنت سے ان کے منسوخ ہونے کا علم حاصل ہوا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں حکم ہے:

" وَاللاَّتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِن نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُواْ عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ فَإِن شَهِدُواْ فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللّهُ لَهُنَّ سَبِيلاًO وَاللَّذَانَ يَأْتِيَانِهَا مِنكُمْ فَآذُوهُمَا فَإِن تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُواْ عَنْهُمَا إِنَّ اللّهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيمًا." (29)

یعنی: "اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں ان پر اپنوں میں سے چار گواہوں کی گواہی لو اور جب گواہی دے دیں تو انہیں گھروں میں بند کر دو یہاں تک کہ موت آجائے یا اللہ ان کے لیے کوئی راستہ مقرر کر دے اور تم میں سے جو آدمی بدکاری کریں انہیں اذیت دو پھر اگر توبہ کر لیں اور اپنے حال کی اصلاح کر لیں تو ان سے اعراض کرو کہ اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔"

ان میں سے پہلی آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ جو عورتیں بدکاری کی مرتکب ہوں وہ مرتے دم تک اپنے گھروں میں قید رکھی جائیں۔ دوسری آیت سے واضح ہوتا ہے بدکاری کرنے والوں کو ایذا دی جائے۔ یہ دونوں آیتیں منسوخ ہو چکی ہیں جیسا کہ غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے لیے قرآن کریم میں سو کوڑوں کی سزا سنائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ"(30)

یعنی: "زناکار مرد اور عورت کو سو سو کوڑے لگاو۔"

جب شادی شدہ مرد اور عورت کو سنگار کی سزا حدیث نبوی میں سنائی گئی ہے۔ حدیث اس طرح ہے:
حضرت ابو بصیر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میں اسی آیت" وللاتی یاتین الفاحشة من نساء کم الی سبیلا "کے بارے پوچھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ ہے، اسی لئے اللہ ان کے لیے کوئی سبیل پیدا کرے گا اس سبیل سے مراد حد (یعنی شادی شدہ کے لیے رجم اور غیر شادی شدہ کے لیے جلد ہے) (31)

۱۴۔ سنت کا حکم کتاب سے منسوخ ہونا

امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کچھ اعمال ایسے ہیں جن کا بجالانا حدیث کی رو سے واجب ہے لیکن قرآن میں ان کے ترک کرنے کی اجازت ہے۔
امیر المومنین علی علیہ السلام کا یہ کلام سابقہ کلام کے بالکل الٹ ہے کیونکہ پہلے یہ کہا گیا تھا کہ قرآن کریم میں وجوب کا حکم تھا لیکن سنت میں اسے منسوخ کیا گیا۔ اس کلام سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ کچھ ایسے اعمال ہیں جن سنت کی روشنی میں انجام دینا فرض تھا بعد میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کے ترک کرنے کا حکم دے دیا۔ جیسا کہ اسلام کی ابتدا میں بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم قرآن کریم میں نہیں ہے یہ حکم صرف حدیث کی روشنی میں تھا۔ یہ حکم قرآن کریم نے منسوخ کر دیا، جیسا کہ ارشاد ہے:

"فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" (32)

یعنی: "پس آپ اپنا رخ مسجد الحرام کی طرف موڑ دیں۔"

اس آیت نے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کے حکم کو منسوخ کرکے کعبۃ اللہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

۱۵۔ بعض احکام کسی وقت واجب ہونے کے بعد مستقبل میں ختم کر دئے گئے ہیں

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں بعض واجبات ایسے ہیں جن کا وجوب وقت سے وابستہ ہے اور زمانہ آئندہ میں ان کا وجوب بر طرف ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے:

"وَأَوْفُواْ بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُولاً" (33)

یعنی: "تم اپنے وعدے پورے کرو کیونکہ وعدہ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

اس طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَأَوْفُواْ بِعَهْدِ اللّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلاَ تَنقُضُواْ الأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلاً إِنَّ اللّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ" (34)

یعنی: "اور جب کوئی وعدہ کرو تو اسے پورا کرو اور اپنی قسموں کو باندھنے کے بعد نہ توڑا کرو جبکہ تم اللہ کو اپنے اوپر نگہبان بنا چکے ہو۔"

ان دونوں آیات میں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب انسان کوئی نذر و عہد کرتا ہے تو اسے پورا کرنا واجب ہوتا ہے، لیکن جب پورا کر لیا تو اس کا وجوب ختم ہو جاتا ہے۔

۱۶۔ گناہان کبیرہ و صغیرہ

امیر المومنین حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے محرمات میں بھی تفریق ہے، کچھ کبیرہ ہیں جن کے لیے آتش جہنم کی دھمکیاں ہیں اور کچھ گناہ صغیرہ ہیں جن کی بخشش کی امید کی جا سکتی ہے۔ یہاں پر امیر المومنین علیہ السلام نے گناہوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے ایک وہ جن کے لیے آتش جہنم کی دھمکیاں ہیں اور دوسرے وہ گناہ ہیں جن کے لیے بخشش کی امید کی جا سکتی ہے۔ اس کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"إِن تَجْتَنِبُواْ كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُم مُّدْخَلاً كَرِيمًا" (35)

یعنی: "اگر ان میں سے تم گناہان کبیرہ سے جن سے روکا گیا ہے بچے رہو گے تو ہم تمہارے (صغیرہ) گناہوں سے بھی در گزر کریں گے اور تمہیں عزت والی جگہ (جنت) میں داخل کریں گے۔"

اس آیت کریمہ سے دونوں قسم کے گناہوں کا ذکر ہے، گناہان کبیرہ کی احادیث میں بہت تفصیل آئی ہے لیکن ہم طوالت سے بچنے کے لیے اسی آیت پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۷۔ مختصر عمل بھی قبول ہے اور زیادہ کی بھی گنجائش موجود ہے

امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کچھ اعمال ایسے ہیں، جن کا مختصر بھی قابل قبول اور زیادہ کی بھی گنجائش پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ نماز تہجد کے کھڑا ہونا کہ اس کا تھوڑا حصہ بھی قبول ہے اور زیادہ کی بھی گنجائش موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یَا أَیُّهَا الْمُزَّمِّلُOقُمِ اللَّیْلَ إِلَّا قَلِیلًاOنِّصْفَهُ أَوِ انقُصْ مِنْهُ قَلِیلًاOأَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیلًا۔" (36)

یعنی: "اے چادر لپیٹنے والے! رات کو کھڑے ہو، مگر تھوڑی رات، آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر دو یا اس سے کچھ بڑھا دو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔"

اس طرح سورۂ مزمل کی ایک آیت کریمہ میں اس طرح بیان ہے:

"إِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَیِ اللَّیْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِینَ مَعَكَ وَاللَّهُ یُقَدِّرُ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَیْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ" (37)

یعنی: "(اے رسول!) بے شک تمہارا پرودگار جانتا ہے کہ آپ (کبھی) دو تہائی شب کے قریب اور (کبھی) نصف شب اور (کبھی) ایک تہائی شب (نماز میں) قیام کرتے ہیں اور تمہارے ساتھ لوگوں کی ایک جماعت بھی قیام کرتی ہے۔ اور اللہ ہی رات اور دن کا اچھی طرح اندازہ کر سکتا ہے، اسے معلوم ہے کہ تم لوگ اس پر پوری طرح سے حاوی نہیں ہو سکتے، تو اس اس نے تم پر مہربانی کی ہے تو جتنا آسانی سے ہو سکے قرآن پڑھ لیا کرو۔"

ان آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نماز تہجد جتنا میسر ہو سکے پڑھو تو یہاں پر نماز کو قرآن سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ نماز شب قرآن کریم کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اور قرائت قرآن کی مانند ہے اور قرآن کریم نماز میں پڑھا جائے تو دل کو زیادہ لبھاتا ہے۔ اس کا تعلق ایسی قربۃ الی اللہ عبادات سے جن کا قلیل حصہ بھی مقبول ہے اور لوگوں کے لیے زیادہ سے زیادہ کی گنجائش بھی اس کے اندر رکھی گئی ہے۔

* * * * * *

حوالہ جات

1۔ نہج البلاغہ (شرح شیخ محمد عبدہ) جلد نمبر۱، خطبہ نمبر۱۱۰، ص ۲۳۳
2۔ نہج البلاغہ (شرح شیخ محمد عبدہ) جلد نمبر۱، خطبہ نمبر۱۵۶، ص ۳۰۳
3۔ نہج البلاغہ (شرح شیخ محمد عبدہ) جلد نمبر۱، خطبہ نمبر۱، ص۲۸،۲۹
4۔ بقرہ۲۷۵
5۔ النساء /۱۰۳
6۔ البقرہ/۲۳۴
7۔ البقرہ/۲۴۰
8۔ البقرہ/۱۷۳
9۔ الکہف/۱۱۰
10۔ محمد/۱۹
11۔ البقرہ/۴۳
12۔ البقرہ/۲۸۲
13۔ یٰس/۲۰
14۔ البقرہ/۴۷
15۔ النازعات/۲۵
16۔ سورۃ النور/۴۴
17۔ النحل/۶۶
18۔ الجمعہ/۵
19۔ البقرہ/۲۶۱
20۔ البقرہ/۶۷
21۔ البقرہ/۷۱
22۔ آل عمران/۷
23۔ یونس/۴۴
24۔ طٰہٰ/۵

25۔البقرہ/۲۲۸
26۔آل عمران/۷
27۔الاعراف/۱۷۲
28۔آل عمران/۷
29۔النساء/۱۶،۱۵
30۔النور/۲
31۔ تفسیر عیاشی ج۱، ص ۲۲۷
32۔البقرہ/۱۴۴
33۔بنی اسرائیل/۳۴
34۔النحل/۹۱
35۔النساء /۳۱
36۔المزمل/۱۔۴
37۔المزمل/۲۰